عرب جاهلیہ اولیٰ کے ادبی آثار پر ایک نظر

محمود احمد غازی

عموماً یہ خیال کیا جاتا ہے کہ زمانۂ جاہلیت سے مراد کوئی ایسا دور ہے جب بے علمی اور جہالت ہر طرف پھیلی ہوئی تھی۔ چارسو جاہل ہی جاہل نظر آتے تھے۔ علم وفن، لکھنے پڑھنے اور سیکھنے سکھانے کا کچھ ذکر مذکور نہ تھا۔ آج کل جس قدر بھی علوم و فنون دنیا میں رائج ہیں وہ سب کے سب اس وقت کم ازکم عرب میں بالکل معدوم تھے۔ کتاب، قلم، دوات، مکتب، استاذ، کتب خانہ اور اس طرح کے دوسرے علمی لوازمات سے اہل عرب قطعاً نا آشنا تھے۔ مدارس کا ان میں مطلق رواج نہ تھا۔ بلکہ اسلام کے ابتدائی دور میں بھی مدرسہ کی اصطلاح موجود نہ تھی اور مدرسہ پانچویں صدی ہجری سے قبل وجود میں نہیں آیا تھا (۱)

یہ اور اس طرح کے بہت سے دوسرے بے بنیاد خیالات ہیں جو اسلام سے قبل عربوں کی علمی حالت کے متعلق عام طور پر لوگوں کے ذہنوں میں پائے جاتے ہیں۔ درحقیقت یہ غلط فہمی "جاہلیت" کے مفہوم کو نہ سمجھنے سے پیدا ہوتی ہے۔ چونکہ یہ لفظ جہل اور جہالت سے مشتق ہے اس لیے بادی النظر میں جاہلیت کے جو معنی اذہان کو متبادر ہوتے ہیں اس کو لوگ صحیح سمجھ لیتے ہیں اور یہ غلط فہمی آگے چل کر بہت سی دوسری غلط فہمیوں کی موجب بنتی ہے۔ اس لئے بہتر ہے کہ اصل موضوع پر گفتگو کرنے سے قبل لفظ "جاہلیت" کے بارے میں رائج غلط فہمی کا ازالہ کر دیا جائے۔

"جاہلیت" کا لفظ جہل سے مشتق ہے۔ جہل کے معنی "ناواقفی اور جہالت" اور "سختی، درشتی اور اکھڑپن" کے آتے ہیں۔ عربی شاعری میں یہ

لفظ دونوں معانی میں استعمال ہوا ہے۔ سموأل بن عادیا کہتا ہے :

سلي ان جهلت الناس عنا و عنهم فليس سواء عالم وجهول (۲)

اس شعر میں شاعر اپنی بیوی سے، جو کسی دوسرے قبیلہ سے تعلق رکھتی ہے، خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اگر تو ہماری اور ہمارے دشمنوں کی صحیح قوت سے ناواقف ہے تو لوگوں سے پوچھ لے؛ اس لئے کہ جاننے والا اور نہ جاننے والا برابر نہیں ہوا کرتے - اس شعر میں دونوں جگہ یہ لفظ نہ جاننے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ دوسرے معنی (سختی، درشتی اور اکھڑپن) میں عمرو ابن کلثوم کے معلقہ کا یہ شعر ہے :

ألا لا يجهلن أحد علينا فنجهل فوق جهل الجاهلينا(۳)

خبردار کوئی شخص ہمارے ساتھ درشتی نہ کرے، ورنہ ہم جاہلوں کی درشتی سے بھی زیادہ درشتی کا مظاہرہ کریں گے۔

عربی شاعری کے علاوہ حدیث میں بھی یہ مادہ ان دونوں معانی میں استعمال ہوا ہے :

كفى بالمرء جهلا ان يعجب بعمله (۴)

آدمی کی ناواقفیت اور جہالت کے ثبوت کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے کام پر عجب کرے،

ولجاهل سخي احب الى الله من عابد بخيل (۵)

جاہل سخی اللہ تعالی کو بخیل عابد سے زیادہ محبوب ہے۔

سختی، درشتی اور اکھڑپن کے معنی میں بھی :

اذا كان يوم صوم احدكم فلا يرفث ولا يجهل (۶)

جب تم میں سے کوئی شخص روزہ دار ہو تو نہ گندی بات کرے اور نہ کسی قسم کا اکھڑپن کرے۔

اللهم انی اعوذبك من أن .... اجهل أويجهل علی (۷)

اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس امر سے کہ .... میں کسی قسم کا اکھڑپن کروں یا کوئی اور میرے ساتھ اکھڑپن کرے۔

ان تمام معانی اور استعمالات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے تدبر کیا جائے تو صاف سمجھ میں آتا ہے کہ جاہلیت سے مراد وہ زمانہ یا وہ حالت ہے جس میں لوگ حسن اخلاق کے پابند نہ ہوں، شریعت نے جن اخلاق فاضلہ کی تعلیم دی وہ ان میں موجود نہ ہوں یا ان کی طرف سے عمومی عدم مبالات کا برتاؤ کیا جاتا ہو۔ اس طرح کی اعتقادی، اخلاقی اور عملی غیر اسلامیت اور اس کی خصوصیات لازمہ کو قرآن نے جاہلیت سے تعبیر کیا ہے، اس اصطلاح کا اطلاق زمانہ اور حالت دونوں پر کیا جاتا ہے۔ انہی دونوں (زمانہ اورحالت کے) معانی میں یہ اصطلاح قرآن کریم میں چار مرتبہ اور احادیث میں متعدد مرتبہ استعمال ہوئی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

یظنون باللہ غیر الحق ظن الجاهلیه" (۳: ۱۵۴)۔

یہ لوگ (منافقین) اللہ کے بارے میں جاہلیت جیسے خلاف حق گمان رکھتے ہیں۔ یہاں جاہلیت سے مراد زمانہ" جاہلیت ہے۔

أفحکم الجاهلیه" یبغون و من احسن من اللہ حکما لقوم یوقنون (۵: ۵۰)۔

کیا وہ لوگ جاہلیت کی حکومت کے خواہاں ہیں؟ اور یقین رکھنے والی قوم کے لئے اللہ کی حکومت سے بہتر کس کی حکومت ہوسکتی ہے؟ یہاں جاہلیت سے حالت جاہلیت مراد ہے۔

اسی طرح حدیث میں بھی یہ اصطلاح ہر دو معانی کے لئے وارد ہوئی ہے چنانچہ ایک مرتبہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو اس کی والدہ کے عجمی النسل ہونے کا طعنہ دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت ابوذر رض کو فہمائش کرتے ہوئے فرمایا إنك امرؤ فیک جاهلیه‌ (۸) تم میں جاهلیت جیسی عادت یا جاهلیت جیسی حالت پائی جاتی ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا:

من فارق الجماعه‌ شبرا فمات الا مات میته‌ جاهلیه‌ (۹)

جس شخص نے بالشت بھر بھی مسلمانوں کی جماعت سے علیحدگی اختیار کی اور مر گیا وہ محض جاهلیت کی موت مرا، یعنی حالت جاهلیت میں اس کی موت واقع ہوئی۔

احادیث میں اصطلاح جاهلیت کا استعمال زمانۂ جاهلیت کے معنی میں بھی ہوا ہے، چند احادیث درج ذیل ہیں:

عن عائشه‌ رضی الله عنها قالت إن النکاح فی الجاهلیه‌ کان علی اربعه‌ أنحاء ...... فلما بعث محمد صلی الله علیه وسلم بالحق هدم نکاح الجاهلیه‌ کله إلا نکاح الناس الیوم (۱۰)

حضرت عائشه رضی الله تعالی عنها سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ جاهلیت (زمانۂ جاهلیت) میں نکاح چار طرح کا ہوتا تھا ...... لیکن جب محمد رسول الله صلی الله علیه وسلم حق کے ساتھ بھیجے گئے تو انہوں نے آج کل کے نکاح کے علاوہ جاهلیت کے زمانے کے تمام نکاحوں کو ختم کر دیا۔

رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا:

خیارهم فی الجاهلیه‌ خیارهم فی الاسلام (۱۱)۔

جو لوگ زمانۂ جاهلیت میں بھلے تھے وہ زمانۂ اسلام میں بھی بھلے ہی ہیں۔

عن عمر بن الخطاب قال نذرت نذرا فی الجاهلیه‌ فسألت النبی صلی الله علیه وسلم بعد ما اسلمت فأمرنی أن اوفی بنذری (۱۲)

حضرت عمر ابن الخطاب رضی الله عنه سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ

میں نے زمانۂ جاهلیت میں ایک نذر مانی تھی ، اسلام لانے کے بعد میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں پوچھا تو آپ نے حکم دیا که میں اپنی نذر کو پورا کروں ۔

ان آیات و احادیث سے اصطلاح جاهلیت کا مفہوم پورے طور پر واضح هو جاتا ھے ۔ تمام مفسرین ، محدثین اور لغویین نے بھی اس کا یہی مفہوم سمجھا اور بیان کیا ھے ۔ ذیل میں چند اکابر مصنفین کی آراء پیش کی جاتی هیں ۔

حضرت ابوذر والی حدیث (انك امرؤ فیك جاهلیة ، تم میں جاهلیت جیسی عادت پائی جاتی ھے)کی تشریح کرتے هوئے علامه آلوسی الکبیر نے " روح المعانی" میں ابن اثیر کا قول نقل کیا ھے اور کہا ھے :

فسرها ابن الاثیر بالحالة التی علیها العرب قبل الاسلام من الجهل بالله و رسوله علیه الصلوة والسلام وشرائع الدین و المفاخرة بالانساب و الکبر (۱۳)

یعنی ابن اثیر نے اس لفظ کی تشریح و تفسیر اس حالت سے کی ھے جو عربوں پر اسلام سے قبل طاری تھی ، یعنی الله ، رسول اور دین کے اصول و قوانین سے ناواقفیت ، نسب پر فخر اور بڑائی وغیرہ ۔

اسی سلسلۂ بیان میں علامه آلوسی آگے چل کر ابن عطیه کی رائے نقل کرتے هیں ، ان کے خیال میں

هی ما کان قبل الشرع من سیرة الکفر وقلة الغیرة و نحوذلك ،

یعنی شریعت (اسلام) سے قبل پائے جانے والے کافرانه خصائل اور طور طریقوں اور بےحیائی وغیرہ کو جاهلیت کہتے هیں ۔ (۱۴)

حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے هیں که جاهلیت سے بالعموم یہی زمانۂ قبل اسلام مراد هوتا ھے اور قرآن کی یه آیت اسی معنی کی حامل ھے :

يظنون بالله غير الحق ظن الجاهلية (۳: ۱۵۴)

یعنی یہ لوگ عہد جاہلیت کے خیالات کی طرح اللہ تعالی کے بارے میں خلاف حق خیالات رکھتے ہیں (۱۵)

مشہور مصری عالم اور محقق استاد سید قطب مرحوم نے اصطلاح ''جاہلیت'' کی نہایت عمدہ تشریح کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

والجاهلية ليست فترة معينة من الزمان، انما هى حالة اجتماعية معينة، ذات تصورات معينة للحياة، و يمكن ان توجد هذه الحالة وان يوجد هذا التصور فى أي زمان و فى اى مكان، فيكون دليلا على الجاهلية حيث كان۔ (۱۶)

یعنی جاہلیت زمانہ کی کسی معین مدت کا نام نہیں ہے، یہ ایک مخصوص اجتماعی حالت ہے جس میں زندگی کے چند مخصوص تصورات ہوتے ہیں، ہوسکتا ہے کہ یہ حالت یا یہ تصورات کسی بھی زمانہ یا کسی بھی جگہ میں پائے جائیں، اگر ایسا ہو تو یہ وہاں کی جاہلیت کی علامت ہوگا۔

ممتاز لغت نویس مولوی عبد الرحیم صفی پوری نے ''منتہی الارب'' میں جاہلیت کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

زمانۂ قبل اسلام کہ عرب دراں جہل میداشتند بخدا و رسول وی و شرائع دین و مانند آں (۱۷)۔

ماضی قریب کے عظیم مصری عالم و محقق محمد فرید وجدی لکھتے ہیں:

والجاهلية هى حالة الناس قبل بعثة رسول الله صلى الله عليه وسلم (۱۸)۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل لوگوں کی حالت کو جاہلیت کہا جاتا ہے۔

اصطلاح جاہلیت کی اس تشریح سے یہ بات پوری طرح واضح ہوجاتی ہے کہ جاہلیت کا مفہوم علوم وفنون اور تعلیم وتعلم سے بیگانگی قطعاً نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ عربوں میں مختلف عقلی و نقلی علوم موجود تھے ، گو یہ علوم تہذیب و تدوین کی اس ستھری شکل میں نہ تھے جو بعد میں انہوں نے اختیار کی ۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ یہ تمام علوم وفنون اہل عرب میں نہ صرف موجود تھے بلکہ اپنی طبعی رفتار سے ترقی کے منازل بھی طے کر رہے تھے ۔

اصطلاح جاہلیت کا اطلاق اول اول اس دور پر بکثرت کیا گیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت طیبہ سے قبل عرب میں موجود تھا ۔ اگرچہ اس قرآنی اصطلاح کا مفہوم —— جیسا کہ واضح کیا گیا —— ہر ایسے دور ، ہر ایسی حالت اور ہر ایسے معاشرہ پر حاوی ہے جو دین قیم کے غیرمتبدل اصولوں سے بغاوت پر مبنی ہو لیکن چونکہ اہل عرب کے لئے ایسے دور ، ایسی حالت اور ایسے معاشرہ کی قریب ترین اور سہل ترین مثال جاہلیت عربیہ تھی اس لئے کثرت استعمال کی وجہ سے تاریخ عرب قبل الاسلام کے اس مخصوص دور کو بھی مجازاً دور جاہلی کے نام سے یاد کیا جانے لگا ۔ اس طرح لفظ " جاہلیت " دو مختلف اصطلاحیں قرار پایا ، ایک قرآنی اصطلاح جس کا مفہوم گذشتہ صفحات میں بالتفصیل بیان کیا گیا ، دوسری علم تاریخ کی اصطلاح جس میں پہلی اصطلاح ہی کے مفہوم کو مخصوص و محدود کیا گیا ہے ، اس سے مراد خاص کر زمانۂ عرب قبل الاسلام ہے ۔

اسلام سے قبل عربوں کی علمی و فکری اور تمدنی تاریخ بیان کرنے کے لئے بعض مؤرخین مثلاً جرجی زیدان وغیرہ (۱۹) نے تاریخ عرب قبل الاسلام کو دو ادوار میں منقسم کیا ہے ۔ (۱) عصر الجاہلیہ الاول (۲) عصر الجاہلیہ الثانی

عصر الجاہلیہ الاول

یہ دور نامعلوم زمانۂ تاریخ سے پانچویں صدی شمسی تک ہے ۔ اس دور کے علمی ، فکری اور ادبی حالات کے بارے میں ہم کو بہت زیادہ معلومات دستیاب نہیں ، بعض اندازے ہیں جن کی صحت یا عدم صحت کے

بارے میں یقینی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ اس دور کے بارے جو کچھ تاریخی معلومات ہمارے پاس موجود ہیں وہ بیشتر یمن، صنعا اور بابل وغیرہ سے دریافت کیے جانے والے کتبات سے ماخوذ ہیں۔ یہی وہ دور ہے جس میں مشہور بابلی بادشاہ حمورابی گذرا ہے جس کے کتبات اور نقش فی الحجر قوانین عام طور پر مشہور ہیں۔

زمانۂ حال کے بعض مؤرخین اس طرف گئے ہیں کہ عہد نامۂ عتیق کا اٹھارواں صحیفہ "سفر ایوب" (Job) اسی دور کی پیداوار ہے۔ ان مؤرخین کی رائے کے مطابق یہ صحیفہ فی الحقیقت عربی زبان میں نظم کیا گیا تھا۔ اس کا زمانۂ تصنیف تقریباً . . . ۱ قبل مسیح ہے۔ بعد میں کسی نے اس کا ترجمہ عبرانی زبان میں کر دیا۔ مکارم اخلاق کی تلقین اور دوسری خوبیوں پر مشتمل ہونے کی وجہ سے یہودی اس کتاب کو تکریم وتحریم کی نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ رفتہ رفتہ یہ کتاب ایک مقدس صحیفہ کا رتبہ حاصل کر کے عہد نامۂ عتیق کا جزو قرار پائی۔ اسی دوران میں مسلسل بےاعتنائی اور مرور ایام کی وجہ سے اصل عربی متن ضائع ہوگیا اور محض ترجمہ باقی رہ گیا۔ یہ مؤرخین اس سلسلہ میں سنسکرت کی مشہور اور قدیم ادبی کتاب کلیلہ ودمنہ کی نظیر بھی پیش کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے دور عروج سے قبل اس کتاب کا پہلوی ترجمہ ہوچکا تھا۔ مسلمانوں نے اپنے دور عروج میں اس کا عربی ترجمہ کرایا۔ بعد میں مرور ایام کے باعث اصل متن جو سنسکرت زبان میں تھا ضائع ہوگیا، اس وقت صرف عربی ترجمہ موجود ہے پہلوی ترجمہ بھی کمیاب بلکہ نایاب ہے۔

"سفر ایوب" کو عربی الاصل ماننے والوں میں خیر الدین الزرکلی مصنف الاعلام، پادری لویس شیخو، مشہور عراقی عالم و محقق ڈاکٹر جواد علی، ممتاز یہودی مستشرق مارگولیوتھ اور امریکی عالم الف ایچ فوسٹر شامل ہیں۔ ان حضرات کے دلائل کا خلاصہ یہ ہے کہ "سفر ایوب" میں اشخاص واماکن

وغیرہ کے نام اور حیوانات ، نباتات اور صحراؤں کا جس انداز میں ذکر کیا گیا ہے وہ عربی طرز واسلوب کے عین مطابق ہے۔ ان حضرات کے اندازہ کے مطابق حضرت موسی علیہ السلام کے کچھ ہی عرصہ بعد اس کتاب کا عربی سے عبرانی میں ترجمہ کیا گیا ہوگا۔ مارگولیوتھ صاحب نے لغوی ، لسانی اور جغرافیائی شواھد کی بناء پر اس رائے کی زور شور سے تائید کی ہے (٢٠)۔

اس نظریہ کو اگر درست تسلیم کر لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ عرب دنیا کی پہلی قوم ہیں جنہوں نے شعر و شاعری میں اس درجہ کمال حاصل کیا اور آج سے کم و بیش تین ہزار سال قبل وہ ادبی اور علمی اعتبار سے اس درجہ پر پہنچ گئے تھے کہ "سفر ایوب" جیسی کتاب نظم کر ڈالی۔ آج یونانی شاعر ہومر کی "ایلیڈ" اور ھندوؤں کی مقدس کتاب مہابھارت ادبیات عالم کی قدیم ترین نظمیں خیال کی جاتی ہیں۔ اگر "سفر ایوب" کے عربی الاصل ہونے کے اس نظریہ کو جو بعض مؤرخین نے پیش کیا ہے درست تسلیم کر لیا جائے تو اس کے عربی متن کو یقیناً دنیا کی قدیم ترین نظم یا کم ازکم دنیا کی تین قدیم ترین نظموں میں سے ایک مانا جائے گا (٢١)۔

"سفر ایوب" کے علاوہ عصر جاھلیہ اول کی عربی نثر کے نمونے ہم کو بعض قدیم کتبات کی شکل میں ملتے ہیں۔ یہ کتبات عموماً پانچ سو سال قبل ھجرت سے تین سو سال قبل ھجرت کے ہیں۔ ان سے عربی زبان بالخصوص عربی نثر کے ارتقاء کو سمجھنے میں بخوبی مدد ملتی ہے۔ ذیل میں اس طرح کی ایک عربی تحریر دی جاتی ہے۔ یہ وہ کتبہ ہے جو امرؤالقیس اول گورنر عراق المتوفی سنہ ٣٢٨ء مطابق سنہ ٢٨٥ ق ھ کی قبر سے دستیاب ہوا ہے :

تی نفس مر القیس بر عمرو ملک العرب کله ذواسر التاج
وملک الاسدین و نذور و ملوکھم وھرب مذ حجو عکدی و جاء
یزجو فی حبج نجران مدینة شمر و ملک معد و نزل بنیه

الشعوب و وکله لفرس ولروم فلم یبلغ ملک مبلغه
عکری هلک سنه ۲۲۳ یوم بکسول بلسعد ذو ولده

یہ عبارت قدیم کوفی خط میں کندہ ہے، سہولت کی خاطر موجودہ خط میں لکھ دی گئی ہے، اصل عربی کتبہ کا نقش متعدد کتابوں میں موجود ہے (۲۲)۔ اس عبارت کا مفہوم جرجی زیدان نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

۱ - هذا قبر امرئ القیس بن عمرو ملک العرب کلهم الذی تقلد التاج
۲ - واخضع قبیلتی اسد و نزار وملوکهم وهذم مذحج الی الیوم وقاد
۳ - الظفر إلی اسوار نجران مدینة شمر و اخضع معدا و استعمل بنیه
۴ - علی القبائل و انابهم عنه لدی الفرس و الروم فلم یبلغ ملک مبلغه
۵ - الی الیوم، توفی سنة ۲۲۳ فی یوم ایلول وفق بنوه للسعادة (۲۳)

واضح رہے کہ اصل اور "ترجمہ" کی زبان میں تقریباً تین سو سال کا فرق ہے۔

دور جاہلیت کی مذکورہ تقسیم کے اعتبار سے عصر جاهلیه اول سنه ۵۰۰ء میں ختم ہو جاتا ہے۔ اس دور کے شعراء اور ان کی شاعری کے نمونے بہت کم دستیاب ہیں۔ اس دور کے بعض شعراء کے جستہ جستہ حالات اور ان کے بعض متفرق اشعار متعدد کتابوں میں ملتے ہیں۔ ہم ان میں سے چند شعراء کا تذکرہ اور ان کے کلام کا نمونہ پیش کرتے ہیں۔

لقیط بن یعمر بن خارجہ الایادی

یہ عربی کے قدیم شعراء سے ہے، اس کا زمانہ ۳۲۰—۲۵۰ ق ھ مطابق ۳۰۵ — ۳۸۰ء کے لگ بھگ ہے (۲۴)۔ اس کے باپ کے نام میں اختلاف ہے، بعض نے یعمر، بعض نے معمر اور بعض نے معبد بتلایا ہے۔ یہ شخص ایاد قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا، فارسی زبان سے واقف تھا۔ خسروان ایران سے اس کے نہایت خوشگوار تعلقات تھے، ایک عرصہ تک ان کا ہمراز اور مترجم بھی رہا تھا۔

لقیط بن یعمر کا قبیلہ — ایاد — معد کی اولاد میں پہلا قبیلہ تھا جس نے تہامہ کی سر زمین کو خیرباد کہا اور ارض سواد میں جا کر پڑاؤ کیا۔ وہاں ان لوگوں نے ایک بڑے علاقہ پر تسلط حاصل کر کے کسری شاہ ایران کے ایک خزانہ کو لوٹ لیا۔ کسری نے ان لوگوں کی گوشمالی کے لئے پے در پے دستے بھیجے لیکن ان دستوں کو شکست ہوتی رہی۔ بعد میں ایادیوں نے اس جگہ کو بھی خیرباد کہا اور جزیرہ (۲۰) میں پڑاؤ کیا۔ کسری نے ساٹھ ہزار مسلح سپاہیوں پر مشتمل لشکر بھیجا، اس موقعہ پر لقیط نے ایک قصیدہ لکھ کر اپنی قوم کو بھیج دیا۔ اس قصیدہ میں اس نے کسری کی تیاریوں سے اپنے اہل قبیلہ کو باخبر کر دیا۔ اس معاملہ کی اطلاع کسی طرح کسری کو ہوگئی، اس نے ناراض ہو کر اس کی زبان کٹوادی اور بعد میں قتل کرادیا۔ لقیط کا یہ قصیدہ ادبی اعتبار سے نہایت بلند پایہ ہے، مطلع ہے:

یا دار عمرة من محتلها الجرعا　　　هاجت لی الهم و الاحزان و الوجعا

اے دار عمرہ جو کہ چٹیل میدان میں واقع ہے، جس نے میرے درد و غم کو برانگیختہ کر دیا ہے۔

آگے چل کر اپنی قوم کو کسری کے ارادوں سے آگاہ کرتا ہے اور ان کو خبردار کرتا ہے کہ وہ تیار ہوجائیں ورنہ ان کو شدید تباہی کا سامنا کرنا پڑے گا، کہتا ہے:

یا قوم لا تامنوا ان کنتم غیرا　　　علی نسائکم کسری وما جمعا

اے میری قوم کے لوگو! اگر تم اپنی عورتوں کے معاملہ میں غیرت مند ہو تو کسری اس کی تیاریوں سے غافل ہو کر آرام سے نہ بیٹھو۔

قصیدہ کے آخر میں کہتا ہے:

هذا کتابی الیکم و النذیر لکم　　　لمن رأی الرأی بالابرام قدنصحا

یہ میرا خط ہے جو تم کو آنے والے خطرات سے ڈرانے والا ہے، جو شخص بھی کوئی قابل ذکر رائے رکھتا ہے اس کے لئے یہ خط پوری طرح وضاحت کر دینے والا ہے۔

ولقد بذلت لکم نصحی بلا دخل　　فاستیقظوا ان خیر الامر ما نفعا (۲۶)

میں نے تم کو یہ نصیحت کسی ذاتی مفاد کے پیش نظر نہیں کی، لہذا تم لوگ ہوشیار ہوجاؤ اس لئے کہ بہترین کام وہ ہے جو فائدہ مند ہو۔

علامہ ابو الفرج اصبہانی نے کتاب الاغانی میں اس قصیدہ کے ۱۸ اشعار نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس قصیدہ میں اور بھی اشعار ہیں۔ (۲۷)

اسی موقعہ پر لقیط نے ایک قصیدہ اور کہا جس کے چند اشعار درج ذیل ہیں:

سلام فی الصحیفۃ من لقیط　　إلی من بالجزیرۃ من إیاد

اس خط کے ذریعہ لقیط کی طرف سے قبیلۂ ایاد کے ان لوگوں پر سلام ہو جو جزیرہ میں موجود ہیں۔

بأن اللیث کسری قد اتاکم　　فلا یشغلکم سوق النقاد

شیر فارس کسری تم پر حملہ کیا چاہتا ہے، لہذا (ہوشیار رہو اور) بھیڑوں کے ہانکنے میں زیادہ مشغول نہ رہو۔

اتاکم منهم ستون الفا　　یزجون الکتائب کالجراد

ان کا ساٹھ هزار کا لشکر تم تک پہنچنے والا ہے، وہ لوگ لشکروں کو ٹڈیوں کی طرح دوڑائے چلے آرہے ہیں۔

علی حنق اتینکم، فهذا　　اوان هلاککم کهلاک عاد

یہ لوگ سخت غیظ و غضب کی وجہ سے تم پر حملہ کرنے آئے ہیں، یہ وقت تمہاری هلاکت کا ہے جس طرح قوم عاد کے لوگ هلاک ہوگئے تھے۔ (۲۸)

لقیط ابن یعمر کے مزید حالات "الشعر والشعراء" میں موجود ھیں۔ (٢٩)
اس کا ایک مختصر دیوان بھی ہے جو ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔ اس دیوان کا ایک نسخہ استنبول کی مسجد فیض اللہ کے کتب خانے میں نمبر ١٦٦٢ پر موجود ہے۔ یہ نسخہ ابوالمنذر ھشام بن محمد بن السائب المتوفی سنہ ٢٠٦ ھ (جو ابن الکلبی کے نام سے مشہور ھیں) کی روایت سے ہے اور نہایت قدیم عربی خط میں ہے۔ اسی دیوان کا ایک اور نسخہ، جو سنہ ٨٢٩ ھ میں لکھا گیا تھا، استنبول ھی کے کتب خانہ ایا صوفیا میں نمبر ٣٩٣٣ پر موجود ہے اور نہایت صاف خط میں لکھا ھوا ہے۔ (٣٠)

لیلی العفیفہ بنت لکیز

یہ ایک قدیم عرب شاعرہ ہے۔ اس کا زمانۂ وفات سنہ ۱۴۴ ق ھ ہے۔ یہ خاتون حسن و جمال اور شعر و ادب میں یکتائے روزگار تھی۔ اس پر ایک عجمی بادشاہ عاشق ھوگیا تھا۔ اس نے اس کے باپ لکیز کے پاس رشتہ کا پیغام بھیجا لیکن اس کے باپ نے نامنظور کر دیا۔ بادشاہ نے بلطائف الحیل لیلی کو گرفتار کرا کے اس سے نکاح کرنا چاھا لیکن یہ سختی سے اپنے انکار پر قائم رھی۔ بادشاہ نے ہر قسم کے دباؤ اور لالچ سے کام لینا چاھا لیکن کامیاب نہ ھوا۔ آخر تنگ آکر اس نے لیلی کو قید کر دیا۔ بادشاہ قید ھی میں اپنی اس سنگدل محبوبہ کا نظارہ کرلیتا اور یوں اپنی آتش شوق کو تسکین دینے کی کوشش کرتا۔

لیلی بنت لکیز کے خاندانی منگیتر براق ابن روحان کو اس کے ان مصائب کی اطلاع ملی۔ وہ وھاں پہنچا اور بڑی جدوجہد کے بعد لیلی کو رھا کرا کے لے آیا۔ اس طرح ان دونوں کی شادی ھوئی۔ (٣١)

لیلی بنت لکیز کا مشہور قصیدہ وہ ہے جو اس نے اپنی گرفتاری کے دوران کہا تھا۔ اس قصیدہ میں وہ عالم خیال میں اپنے محبوبہ اور منگیتر براق بن

رومان اور دوسرے اعزہ کو خطاب کرتے ہوئے ان سے اپنی رہائی کی کوشش کرنے کی درخواست کرتی ہے۔ مطلع ہے :

لیت للبراق عینا فتری　　ما اقاسی من بلاء و عنا

اے کاش براق کی آنکھیں ان مصائب اور مشقتوں کو دیکھ سکتیں جو میں برداشت کر رہی ہوں۔

آگے چل کر کہتی ہے :

یا کلیبا و عقیلا اخوتی　　یا جنیدا اسعدونی بالبکا

اے میرے بھائیو کلیب ، عقیل اور جنید ! تم رونے میں میری مدد کرو -

عذبت اختکم یا ویلکم　　بعذاب النکر صبحا ومسا

تمہارا برا ہو ! تمہاری بہن کو صبح و شام درد ناک عذاب دیا جا رہا ہے۔

غللونی قیدونی ضربوا　　ملمس العفة منی بالعصا

ان لوگوں نے مجھ کو بیڑیاں پہنا دیں ، مجھے قید کر ڈالا اور میری جائے عفت کو لاٹھیوں سے مارا -

اصبحت لیلی تغلل کفها　　مثل تغلیل الملوک العظما

لیلی کا آج یہ مرتبہ ہوگیا ہے کہ اس کے ہاتھوں میں بڑے بڑے قیدی بادشاہوں کی طرح بیڑیاں پہنا دی گئی ہیں۔

و تقید و تکبل جهرة　　و تطالب بقبیحات الخنا

اس کو قید کیا جاتا ہے ، کھلم کھلا ہتھکڑیاں پہنائی جاتی ہیں ، اور اس سے گندی اور شرمناک حرکتوں کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔

قل لعدنان هدیتم شمروا　　لبنی مبغوض تشمیر الوفا

کوئی عدنان کی اولاد سے یہ کہہ دے کہ خدا تم کو ہدایت دے تیار ہوجاؤ ، اور مبغوض لوگوں سے مقابلہ کرنے کے لئے وفاداری سے تیار ہو جاؤ۔

یا بنی تغلب سیروا و انصروا　　و ذروا الغفلة عنکم و الکری

اے تغلب کی اولاد ! چل پڑو اور مدد کے لئے پہنچو! غفلت اور خواب خرگوشی کو چھوڑ دو

و احذروا العار علی اعقابکم وعلیکم مابقیتم فی الدنا

اس سے ڈرو کہ رہتی دنیا تک تم کو اور تمہاری اولاد کو عار کا سامنا کرنا پڑے۔ (۳۲)

ایک اور موقعہ پر اپنے دیور غرثان کی مرثیہ خوانی کرتے ہوئے لیلی بنت لکیز کہتی ہے:

لما ذکرت غریثا زاد بی کمدی حتی هممت من البلوی با علان

جب بھی مجھ کو غریث (۳۳) یاد آتا ہے تو میرا غم زیادہ ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ شدت غم و اندوہ سے میں نے لوگوں سے اس مصیبت کا حال کہہ ڈالنے کا ارادہ کر لیا ہے۔

تربع الحزن فی قلبی فذبت کما ذاب الرصاص اذا اصلی بنیران

غم میرے دل میں پوری طرح جاگزین ہوگیا ہے، میں شدت اندوہ سے اس طرح پگھلی جارہی ہوں جیسے سیسہ آگ میں ڈال کر تپایاجائے تو پگھل جاتا ہے۔

یا عین فابکی و جودی بالدموع ولا تمل یا قلب أن تبکی باشجان (۳۴)

اے آنکھ دل کھول کے رو اور خوب آنسو بہا! اور اے دل تو ان آنکھوں کے رونے سے آزردہ نہ ہو۔

لیلی بنت لکیز کو اپنے محبوب اور شوہر براق سے بہت محبت تھی، اس کی مدح میں اس نے بہت سے اشعار کہے ہیں۔ دو شعر یہ ہیں:

براق سیدنا و فارس خیلنا وهو المطاعن فی مضیق الجحفل

براق ہمارا سردار اور ہمارے لشکر کا اسپ سوار ہے، وہی، جو گھنے اور گنجان لشکروں میں نیزہ زنی کرتا ہے۔

و عماد هذا الحي في مكروهه و مؤمل يرجوه كل مؤمل (۳۰)۔

جنگوں اور لڑائیوں میں وهی اس قبیله کا ستون هوتا هے، وهی لوگوں کی آرزؤں اور تمناؤں کا مرکز و ماوی هوتا هے۔

ان کے علاوہ اور بھی متعدد شعراء هیں جن کو " عصر جاهلیه اول " میں شامل کیا جاتا هے، لیکن قدامت کی وجه سے ان کے کلام کا بهت سا حصه تلف هوگیا۔ جس قدر موجود هے وه بیشتر اوروں کے کلام کے ساتھ اس طرح خلط ملط هوگیا هے که تمیز کرنا نهایت دشوار هے۔ یہی حال دوسرے علوم وفنون کا هے که بعض متفرق نثرپاروں اور چند قصائد و قطعات کے سوا ان کے بارے میں هم کو کوئی ایسی معلومات دستیاب نهیں جن کے متعلق وثوق کے ساتھ کہا جا سکے که ان کا تعلق عرب جاهلیه اولی سے هے۔ یہی وجه هے که عرب جاهلیه کے دوسرے تمام علوم وفنون کی تاریخ بیان کرتے وقت اس تقسیم کو ملحوظ نهیں رکھا جا سکتا۔ ان ادوار کا التزام صرف عربی تحریر کی تاریخ، عربی زبان کے ارتقاء، عربوں کی سیاسی و تمدنی تاریخ اور کسی قدر عربی شعر و ادب کی تاریخ کے سلسله میں کیا جا سکتا هے۔

حواشی

(۱) ڈاکٹر منیرالدین احمد نے اپنی کتاب "پانچویں صدی هجری سے قبل مسلمانوں کی تعلیمی اور علماء کی سماجی حیثیت ـ تاریخ بغداد کی روشنی میں" جس پر انکو ۱۹۶۷ء میں ہیمبرگ یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری دی گئی تھی یہ رائے ظاہر کی ہے کہ مدرسہ کا رواج پانچویں صدی ہجری کے بعد ہوا ۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو؛ اصل کتاب (بزبان انگریزی) مطبوعہ زورخ ۱۹۶۸ء، بحواله فکرونظر جلد هفتم شماره نمبر ۱۲ بابت ماه جون ۱۹۷۰ء صفحات ۹۵۳ تا ۹۶۰ ۔

(۲) ابو تمام حبیب ابن اوس الطائی : کتاب الحماسه مطبوعه لاهور ۱۸۷۴ء، صفحه ۷ ۔

(۳) المعلقات العشر و اخبار شعرائها، مرتبه احمد ابن امین الشنقیطی، قاهره ۱۳۵۳ھ صفحه ۱۱۳، معلقه عمرو ابن کلثوم ۔

(۴) سنن دارمی، صفحه ۱۰۶، مطبوعه دمشق ۱۳۴۹ھ ۔

(۵) جامع ترمذی : ابواب البر، مطبوعہ کانپور، جلد دوم صفحہ ۱۸ ۔

(۶) ابن ماجۃ القزوینی : السنن، مطبوعہ لکھنؤ ۱۳۱۵ھ صفحہ ۱۲۲، نیز (بہ اختلاف الفاظ) مسلم، قاہرہ ۱۹۵۵ ج ۲ صفحہ ۸۰۶ ۔

(۷) سنن ابن ماجہ لکھنؤ ۱۳۱۵ھ صفحہ ۱۸۵ نیز جامع ترمذی (باختلاف الفاظ) ج ۲ صفحہ ۱۸۵ نیز سنن ابو داؤد : کتاب الادب ۔

(۸) محمد ابن اسماعیل البخاری : الجامع الصحیح، مطبوعہ دہلی ۱۹۳۸ جلد اول صفحہ ۹ ۔

(۹) محمد ابن اسماعیل البخاری : الجامع الصحیح، ابواب الفتن ۔
نیز مسلم بن الحجاج القشیری : الصحیح، کتاب الامارۃ ۔

(۱۰) محمد ابن اسماعیل البخاری : الجامع الصحیح، ابواب النکاح، باب من قال لا نکاح الا بولی
نیز سلیمان ابن اشعث ابوداؤد السجستانی : السنن، کتاب الطلاق ۔

(۱۱) محمد ابن اسماعیل البخاری : الجامع الصحیح، ابواب المناقب ۔
نیز مسلم بن الحجاج القشیری : الصحیح، کتاب الفضائل ۔

(۱۲) ابن ماجہ القزوینی : السنن، کتاب الکفارات مطبوعہ لکھنؤ ۱۳۱۵ھ صفحہ ۱۵۵ ۔
نیز ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمن الدارمی : السنن، مطبوعہ دمشق ۱۳۴۹ ج ۲ صفحہ ۱۸۳ (باختلاف الفاظ) ۔

(۱۳) شہاب الدین محمود الآلوسی : روح المعانی، مطبوعہ قاہرہ ۱۳۵۳ھ جلد ۲۲ صفحہ ۸ - ۹ ۔

(۱۴) حوالہ ما قبل ۔

(۱۵) بحوالہ محمود شکری الآلوسی : بلوغ الادب فی معرفۃ احوال العرب، ترجمہ ڈاکٹر پیر محمد حسن، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۷ء جلد اول صفحہ ۲۹ ۔

(۱۶) سید قطب : فی ظلال القرآن، مطبوعہ قاہرہ، جلد ۲۲، صفحہ ۱۹ ۔

(۱۷) مولوی عبد الرحیم صفی پوری : منتہی الادب، مطبوعہ لاہور ۱۳۲۴ھ جلد اول صفحہ ۳۲۲ مادہ جہل ۔

(۱۸) محمد فرید وجدی : دائرۃ المعارف للقرن العشرین، مطبوعہ قاہرہ ۱۹۱۲ء جلد سوم صفحہ ۲۶۳ مادہ جہل ۔

(۱۹) جرجی زیدان : تاریخ آداب اللغۃ العربیہ، مطبوعہ قاہرہ ۱۹۳۹ء ج اوّل صفحات ۲۱ - ۲۵ ۔

(۲۰) خیر الدین الزرکلی : الا علام، مطبوعہ قاہرہ، ۱۳۴۷ھ جلد اوّل صفحہ ۳۷۹ - ۳۸۰ ۔

(۲۱) ان تینوں نظموں میں سے یقینی طور پر کسی ایک کو دوسرے پر مقدم نہیں کہا جا سکتا لیکن زیادہ شواہد اسی امر کے ہیں کہ سِفر ایوب زیادہ قدیم ہے ۔ خیرالدین الزرکلی نے

لکھا ہے(حوالہ ما قبل) کہ اسکا ترجمہ حضرت موسٰی ہی کےزمانےمیں یا انکے فوراً بعد عربی سے عبرانی میں ہو گیا تھا ۔ یونانی شاعر ہومر کے بارے میں دائرۃ المعارف البریطانی کے مقالہ نگار نے مختلف اقوال درج کیئے ہیں جو تیرھویں صدی قبل مسیح سے ساتویں صدی قبل مسیح تک ہیں ۔ ہندوؤں کی مقدس نظم مہابھارت کا زمانۂ تصنیف دائرۃ المعارف مذھب و اخلاق کے مقالہ نگار نے دوسو قبل مسیح سے دوسری صدی عیسوی کے مابین قرار دیا ہے ۔ لیکن آگے چلکر لکھا ہے کہ اگر اس احتیاط کو بھی مد نظر رکھا جائے جو بعض علماء نے اس سلسلہ میں برتی ہے تو کہا جا سکتا ہے کہ اسکا زمانۂ تصنیف اور مدت ارتقاء چارسو قبل مسیح سے چار سو بعد مسیح کے درمیان ہے۔ ان اقوال کی روشنی میں ظاہر ہے کہ سفر ایوب ہی قدیم ترین نظم قرار دی جائے گی ۔ لیکن بعض مغربی محققین سفر ایوب کے بارے میں مذکورہ تعین تاریخ سے اختلاف کرتے ہیں ۔ مثلاً دائرۃ المعارف بریطانی کے مقالہ نویس کی رائے میں سفر ایوب کا زمانۂ تصنیف پانچ سو قبل مسیح سے آگے نہیں، لیکن ساتھ ہی وہ یہ بھی کہتا ہے کہ اس مسئلہ پر علماء متفق الرائے نہیں ہیں ۔ اسی طرح دائرۃ المعارف مذاھب کا مؤلف موریس کینے Maurice Canney لکھتا ہے (صفحہ ۲۰۱) "سفر ایوب کی تاریخ تصنیف کا تعین نہایت دشوار ہے، قدیم یہودی روایات کے مطابق اس کے مصنف خود موسٰی علیہ السلام ہیں، کتاب کے افکار و خیالات اور اسلوب و انداز بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ چارسو قبل مسیح میں لکھی گئی" ۔ بہر حال اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ کتاب ادبیات عالم کی قدیم ترین نظموں میں سے ایک ہے ۔

(۲۲) مثال کے طور پر دیکھئے جرجی زیدان : تاریخ آداب اللغۃ العربیۃ، قاھرہ ۱۹۳۹ جلد اول، صفحہ ۲۶، نیز ڈاکٹر جواد علی : تاریخ العرب قبل الاسلام، بغداد ۱۹۵۳ جلد چہارم بالمقابل صفحہ ۳۲، نیز دیکھئے محمد عزۃ دروزۃ : تاریخ الجنس العربی فی مختلف الاطوار والادوار والا قطار، بیروت ۱۹۶۱ ج ۵ صفحہ ۲۰۴ ۔ مؤخر الذکر کتاب میں صفحات ۱۹ - ۴۵ پر بہت سے کتبات کی تحریریں دی ہوئی ہیں جن سے اس دور کے عام انداز نگارش کا اندازہ بخوبی کیا جاسکتا ہے ۔ ڈاکٹر جواد علی نے اپنی محولہ بالاتصنیف میں جا بجا اس قسم کے کتبات کے فوٹو دیے ہیں ۔

(۲۳) جرجی زیدان : تاریخ آداب اللغۃ العربیۃ، قاھرہ ۱۹۳۹ جلد اول صفحہ ۲۶ ۔

(۲۴) خیر الدین الزرکلی : الاعلام، قاھرہ ۱۳۷۳ھ ج ۶ صفحہ ۱۰۹ ۔

(۲۵) اس جزیرہ سے مراد غالباً جزیرہ اقور ہے جو دجلہ و فرات کے درمیانی علاقے کا نام ہے ۔ دیکھئے یاقوت الحموی المتوفی ۶۲۶ھ : معجم البلدان مطبوعہ تہران ۱۹۶۵ جلد دوم صفحہ ۳ ۔

(۲۶) ابن قتیبہ : الشعر و الشعراء، جلد اول صفحہ ۱۲۹ - ۱۳۰ ۔

(۲۷) ابو الفرج الاصبہانی : کتاب الا غانی، جلد بیستم صفحات ۲۳ - ۲۵ ۔

(۲۸) ابن قتیبہ : حوالہ ما قبل، ابو الفرج الا صبہانی : حوالہ ما قبل ۔

(۲۹) حوالہ ما قبل ۔

(۳۰) برو کلمان : Geschichte Der Arabischen Litteratur ضمیمہ نمبر ۱، صفحہ ۵۵،
نیز فؤاد سید، انچارج شعبہ مخطوطات دارالکتب المصریہ ؛ فہرس المخطوطات المصورة
جلد اول صفحہ ۶۶۳ مطبوعہ قاہرہ ۱۹۵۴ ۔

(۳۱) خیرالدین الزرکلی ؛ الاعلام، قاہرہ، ۱۳۷۳ھ جلد ششم صفحہ ۱۱۷، نیز بشیر یموت :
شاعرات العرب فی الجاهلیة و الاسلام، طبع اول بیروت ۱۹۳۴ صفحہ ۳۲ ۔

(۳۲) بشیر یموت ؛ شاعرات العرب فی الجاهلیة و الاسلام، طبع اول، بیروت ۱۹۳۴، صفحات
۳۲ - ۳۳ ۔

(۳۳) غریث غرثان کی تصغیر ہے، شدت محبت و جذبات کی وجہ سے شاعرہ نے یہاں تصغیر استعمال
کی ہے ۔

(۳۴) بشیر یموت ؛ حوالہ ما قبل، صفحہ ۳۳ ۔

(۳۵) حوالہ ما قبل صفحہ ۳۴ ۔

بقیہ نظرات

" دور حاضر میں کوئی ملک مذہب کی بنیاد پر قائم نہیں رہ سکتا " ۔ اس خیال کی غلطی اور بھی واضح ہو جاتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ موجودہ دور میں ایسی اجتماعی وحدتیں بھی ہیں جن کی بنیاد بعض جزئی نظریات یا سطحی افکار پر ہے۔

صدارتی مشیر حج و اوقاف مولانا کوثر نیازی نے اپنی ایک تقریر میں وزیر اعظم ہند اندرا گاندھی کے اس گمراہ کن پروپگنڈے کا جواب دیتے ہوئے بجا طور پر اعلان کیا ہے کہ " پاکستان مذہب اور دو قومی نظریے کی بنیاد پر معرض وجود میں آیا تھا"۔ نیز یہ کہ "اسلام بمعنی عام ایک مذہب نہیں بلکہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو آج بھی اسی طرح کارآمد ہے"۔(پاکستان ٹائمز صفحہ ۲ - ۲۸ فروری ۱۹۷۲ء)

سقوط ڈھاکہ کی وجہ سے پاکستان کی عمارت کو جو نقصان پہنچا ہے اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ اس کی بنیاد ہی غلط تھی سراسر لغو ہے۔ اہل نظر جانتے ہیں کہ بنیاد بالکل درست تھی۔ البتہ اوپر کی عمارت میں جو مسالہ استعمال کیا گیا وہ اچھا نہیں تھا جس کی وجہ سے اس کا ایک حصہ گر گیا ۔ اور یہ گرا ہوا حصہ دوبارہ تعمیر کیا جاسکتا ہے۔